IMPACT FACTOR
5.473(SJIF)
UPA NATIONAL E-JOURNAL
Interdisciplinary Peer-Reviewed IndexedJournal
Special Issue :Volume -9 : Issue-1 (March-2023)
ISSN
2455-4375

غزل کی زلفوں کا اسیر ..... عارف جمالی

ڈاکٹر صبیحہ کوثر
ام سلمہ گرلس آرٹ اینڈ سائنس کالج، ناگپور
موبائل 9049351417

عارف جمالی کا تعلق کامٹی سے ہے جو ودربھ کے ناگپور ضلع کا سب سے بڑا شہر ہے۔ کنہان ندی کے کنارے بسایہ شہر ایک طرف فوجی چھاؤنی ہونے کے سبب خوبصورت وخوشنما ہے تو دوسری طرف، بودھ سماج کے تعمیر کردہ ڈریگن پیلس کے باعث عالمی شہرت کا حامل ہے۔ ان دو مشہور مقامات کے درمیان کامٹی کی شہرت کا اصل سبب، یہاں کاشعری وادبی ماحول ہے۔ پچھلی کئی دہائیوں سے کامٹی کے شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کے فن پارے کل ہندوستان کے اخبارات و رسائل کی زینت بنتے آرہے ہیں۔

غزل کا فن ایک دشوار ترین فن ہے۔ جب تک فکری موضوعات، سطح وجدان ، احساسات و جذبات ، اپنے تجربات ومشاہدات کی کڑیاں ، ایک مرکز پر جمع نہ ہو جائیں اور موضوع و معنویت کا امتزاج نہ ہو جائے۔ افکار ، جذبے خیالات اور احساسات میں ڈھل کر ایک روح نہ ہو جائے غزل کی تخلیق مشکل ہے۔ غزل کے مزاج کو اپنا نا، اس کے خلیج کو قبول کرنا بڑا ہی دشوار گزار مرحلہ ہے۔ جو ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار غزل گو شعراء کے ریلے میں خال خال ہی اپنا منفرد مقام بناپاتے ہیں۔

بات کی بات ہے اور ہنسی کی ہنسی
ختم اشکوں پہ ہے قہقہوں کا سفر

اور

پوچھ مت ہم سے عارف کہاں جائیں گے
سمت رکھتا نہیںپاگلوںکاسفر

ابھی یہ دو شعرہی ابتداء میں پیش کرتی ہوں تاکہ لفظ غزل کی اہمیت بتادی جائے۔

عصرِ حاضر میں کم ہی شاعر، حقیقتاً غزل گوئی کی ذمہ داریاں اور تقاضے بنھاپارہے ہیں۔ عارف جمالی ایک کہنہ مشق ، خوش فکر، قادرالکلام اور خوش گلوشاعر ہیں جو ایک دردمنددل کے مالک بھی ہیں۔

نظر آئےہماری زندگی میں
کتابوں میں نہ رہ جائے محبت
جو الجھاکررکھے ہیں نفرتوں نے
مسائل سارےسلجھائے محبت

عارف جمالی ، ایک تخلیقی فنکار کی صورف میں ابھر کر دنیا ئے شعروسخن کے سامنے آئے ہیں۔ وہ اپنی موزوں شعری صلاحیت کی آبرو کے محافظ اور پاسبان ہیں۔ ان کے افکار و خیالات کے تازہ تر پھولوں یعنی شعروں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔

جس طرح آدمی کی پرچھائیں
موت سے زندگی کی پرچھائیں
پیار کا جام مجھ کو دے ساقی
لب پہ ہے تشنگی کی پرچھائیں

یہ تو عرصۂ دراز سے مشہور ہے کہ غزل کہنے کے لئے میر تقی میرؔ کی درد مندی، دردشناسی، جذبے کی لطافت ، پرخلوص سپردگی، کہنے کا خوبصورت انداز، اشد ضروری ہوتا ہے۔ فکر وخیال کو خوش گوار لفظیات کا پیراہن دینا ہی غزل کو غزل بناتا ہے۔

تو سمجھتا ہے کہ میں بھول گیا ہوں تجھ کو
پیار کب گردشِ حالات سے وابستہ ہے

عشق کی داستاں سناؤں کیا
لٹ گیا قصہ مختصر ساقی

فی زمانہ غزل کے موضوعات میں کافی وسعت پائی جاتی ہے۔ اس میں آفاقیت ہے۔ رندی ومستی کے علاوہ تصوف بھی ابھرا ہوا ہے۔عارف جمالی نے اپنی غزلوں میں لفظوں کے معانی میں کافی وسعت پیدا کی ہے نیز غزل کے موجودہ لب ولہجہ کو بھی نہایت کرو فرسے پیش کیا ہے۔

ان کے بقول ؎

نئی ہو فکر ، ادب جس میں پائیداررہے
روایتوں کا تقدس بھی برقرار رہے

عارف جمالی کے لہجے میں قوس و قزح کے رنگوں کی خوبصورت آمیزش ہوتی ہے۔ کامٹی کے بیالیس عدد شعراء میں ایک عارف جمالی ہی وہ شاعر ہیں جنھیں مشاعروں ، قوی سمیلنوں کے علاوہ ملک کے متعددرسائل وا خبارات ، نمایاں طور پر شائع ہونے کا فخر حاصل ہے۔

ظلم وستم کے بعد وہ پھر مہربان ہے
میری انا کا آج کڑا امتحان ہے

اور

میرے خلاف میری ہی بھاشا میں بولئے
سَورنگ میں ڈھلی مری اردو زبان ہے

بے شک ، محبت غزل کا مذہب ہے۔ اور محبت اپنے اندر جتنی صفات رکھتی ہے ان کا مشاہدہ تمام ہی اہلِ محبت کرتے رہتے ہیں۔ غزل کے اشعار میں اکثر شاعر ایسی باتیں پیش کردیتے ہیں کہ جو کسی نہ کسی دردمنددل کی کیفیت کا بیان ہوتے ہیں۔ اور اہلِ دل، اہلِ نظر ان اشعار کو اپنی زندگی بنالیتے ہیں۔ وہ انھیں جینے کا حوصلہ عطا کرتے ہیں۔

میں تو سینے پہ جھیلتا ہنس کر
پشت پر تم نے دے دیا ہے زخم
وارسہہ کر بھی میں تو زندہ ہوں
میرے دشمن پہ، ہنس رہا ہے زخم

عارف جمالی، عصری حسیت ، معاشرتی تقاضوں سے وابستہ اور تاریخی حیثیت سے اپنا اور اپنی قوم کا وقار بہر صورت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلئے ایک عجیب انداز میں فرماتے ہیں۔

بھلا کر پانے ماضی کو چلے ہیں راہ غیروں کی
ہم اپنی قومیت کی جگ ہنسائی کم نہیں کرتے
مروت ہی سے عارف امن قائم ہے زمانے میں
وگرنہ پھر عداوت بھائی بھائی کم نہیں کرتے

حقیقت یہ ہے کہ شاعر جس ماحول میں سانس لیتا ہے، جس قسم کے حالات و حادثات اور واقعات سے وہ روبروہوتا ہے ، زندگی ، سماج اور سیاست کا رنگ جس طرح اس کی آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ وہ برملا کہہ اٹھتا ہے۔

بارود کی بودیتے ہیں اخبار کے صفحات
کیا ہوگا مرے ملک کا اٹھتے ہیں سوالات

اس دورِ ترقی نے کہیں کا نہیں چھوڑا
پھر ڈھونڈ کے لاؤ ہی گم گشتہ روایات

عارت جمالی کی شاعری میں، عصری زندگی کے تمام تر مسئلوں اور پیچیدگیوں کا ذکر تو ہے ہی مگر وہ ایک ہارے ہوئے سپاہی کی طرح رونانہیں روتے۔ بلکہ مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ پیچیدگیوں کو سلجھاتے نظرآتے ہیں۔ ان کی یہی کوشش کامٹی کے شعراء کی بھیڑ میں انھیں ممتاز کرتی ہے۔

ہاتھ میں جب تلوار نہیں
کوئی شئے بے کارنہیں
ہند کے جنگل میں اپنا
قافلہہے سالار نہیں

عارف جمالی مثبت فکر کے حامل شاعر ہیں۔ انھیں منفی خیالات سے کدہے۔ وہ دنیا کے سبھی اہلِ نظر کو مخاطب کرتے ہیں اور انھیں تازہ دم رکھنے کے لئے فرماتے ہیں۔

آندھی صفت ہے سختئ حالات ہم سفر
بجھنے نہ پائے عزم کی چنگاری دیکھنا

عارف جمالی نہ ہی فلسفیانہ پھندے میں پھنستے ہیں اور نہ ہی صوفیانہ دام میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک الگ ہی طریقہ ہے۔ وہ قدیم مضامین اور فرسودہ موضوعات کو طاق پر رکھتے ہوئے آج کی تڑپتی ہوئی انسانیت ، آج کے دبے کچلے کمزور سماج کو سہارا دینے والی شاعری کے حامل ہیں۔ فرماتے ہیں :

سودوزیاں کی فکر انھیں کیا ستائے گی
جو پھیرنے کو اٹھتے ہیں رخ حادثات کا

قائم ہوکوئی ایسی عدالت جہاں میں
منصف کو جس میں خونِ تمنا دکھائی دے

عارف جمالی کے ذہن پر جب حالات اپنے دھماکہ انداز میں دستک دیتے ہیں تب ان کی نیکی و شرافت ، روشن ضمیری اور صداقت پسندی انھیں تھام لیتی ہے۔ تب وہ کچھ اس انداز کے شعر کہہ اٹھتے ہیں۔

دہر میں نامور ہے قبیلہ مرا
تن ہے دنیا تو سر ہے قبیلہ مرا

حادثے بھی ہوئے سانحے بھی رہے
پھر بھی گرمِ سفر ہے قبیلہ مرا

اور ایک اصلاح پسند قوم، ایک سلامت روی اختیار کرنے والی امت کا ایک عظیم ترین مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہم معرفت کے دیپ جلاتے ہی جائیں گے
یہ عزم ہے کہ جگ میں اندھیرا نہ ہو کہیں

اور آج کے اہلِ قلم سے نہایت تاکید کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہہ اٹھتے ہیں :

تو اگر مرے قبیلے کی کہانی لکھنا
اے مصنف تو نہ پھر خون کو پانی لکھنا
تھی جوانوں میں بھی شوخی مگر اللہ گواہ
کیسی پاکیزہ تھی معصوم جوانی لکھنا

عارف جمالی، سخن کی سبھی اصناف سے واقف ہیں اور وابستہ بھی ہیں۔ حمد، نعت، سلام، منقبت وغیرہ بھی اپنے خاص مقام سے کہہ لیتے ہیں۔ان کے ہندی زبان کے گیت تو انھیں کئی ایوارڈ دلاچکے ہیں۔ اردو ہی کی طرف وہ ہندی مشاعروں میں اپنے دوہا، چھند اور کویتاؤں اور گیتوں کے مترنم انداز میں پیش کرنے کے لیے مشہور ہیں۔ ہاں تو میں عرض کررہا تھا حمد و نعت کے بارے میں ۔ ان کے حمد یہ اشعار سے حظ اٹھالیں۔ بارگاہ رب العزت میں فرماتے ہیں :

تو ہی نیکیوں کا ہے قدرداں تری شان جل جلالہٗ
جو نہ مانے اس پہ بھی مہرباں تری شان جل جلالہٗ
کبھی چاندنی کبھی دھوپ ہے یہ ترے کرم کا ہی روپ ہے
کبھی بخششیں کبھی امتحاں، تری شان جل جلالہٗ

اور کبھی برائے شعروسخن عرض گذار ہیں :

تن سے چاہے بَونا کردے یااللہ
فن دینا تو قدآور دے یا اللہ
ایک تمنا پوری کردے یا اللہ
طیبہ جاؤں اِذن سفر دے یااللہ

یہ اور اسی طرح کے بے شمار اشعار ان کی حمد یہ شاعری میں نورافشانی کرتے نظر آتے ہیں۔ خداوند قدوس کی وحدانیت کے ساتھ ہی خاتم نبوت، منبع شرافت، شفیع امت کی بارگاہ میں جب سرِ تسلیم خم کرتے ہیں تو کیا کیا اشعار ان کا قلم اگلتا ہے چند اشعار مثال کے طور پر پیش کرتی ہوں۔ فرماتے ہیں :

یارب میں کہوں نعت بعنوانِ محمدؐ
ہو مجھ کو عطا لہجۂ حسانِ محمدؐ

اس دور میں پتھر کا نہیں پیٹ سے رشتہ
کہنے کو سبھی ہم ہیںغلامانِ محمدؐ

اور کبھی فرماتے ہیں :

دستورِ زندگی ہے شریعت رسولؐ کی
ہے سرزمینِ دل پہ حکومت رسولؐ کی

ساتھ ہی امتِ مسلمہ کی کئی خانوں میں تقسیم پردرد میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہتے ہیں۔

دیکھا جو انتشار تو آنسو نکل پڑے
فرقوں میں آج بٹ گئی امت رسولؐ کی

مجموعی اعتبار سے عارف جمالی کی شاعری نے ہمیں یہی تاثر دیا ہے کہ جب شعر کہیں جس ماحول میں کہیں تمام اہلِ شعر اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ لفظیات سلیس ہوں۔ طرزِ روایت کا پس رہے۔ انسان بہر طور ے

اک مجمعِ خیال ہے انساں کہیں جسے

مگر بالغ نظر ، اہل فکر، اہلِ دل کو ہمیشہ مثبت خیال اور عام فہم طرزِ سخن ہی کے ذریعے عوام الناس کے روبرو ہونا ہوگا۔
میں انہی اشعار کے ساتھ آپ سے رخصت لیتا ہوں۔

ہمیشہ دل میں غمِ کائنات رکھتے ہیں
ہم اپنا دن بھی مصیبت کی رات رکھتے ہیں
نہ ہونگے خوف زدہ ہم کبھی اندھیروں سے
خودی کی ضو سے منور حیات رکھتے ہیں

جنوں میں کچھ ایسے مراحل ملے
بہر گام طوق و سلاسل ملے ہیں
جو کل تک رہے ہم نشیں اور ہمدم
وہی آج غیروں میں شامل ملے ہیں

اخلاص کے رشتوں کو چھڑا مت مرے بھائی
اس امر سے ہوتی ہے ندامت مرے بھائی
کیا کرنا ہے آگے کے لئے طرزِ عمل سوچ
ماضی کا الم دل میں بسامت مرے بھائی

آقطر کے آئنہ خانوں میں تو
رنگ بھردے مرے افسانوں میں تو
سب کو پیکر دے کے بے پیکر ہے خود
اور بسا ہے دل کے ایوانوں میں تو
**ختم شدہ

**